ڈاکٹر حمیرا ارشاد

صدر شعبۂ اردو

لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی،لاہور

میر تقی میر کا فارسی دیوان

Persian odes of Meer Taqi Meer were kept concealed but Dr. Nayyer Masood compiled them in 1981 and then published under the title of “Naqoosh Meer Taqi Meer No. 3” in 1983. It was secured under the direct custody of Adbiyat Urdu Institution Hyderabad and Raza Literary Rampur shaping in lineament. One of these prescriptions was found in the personal library of Syed Masuood Hasan Rizvi, another copy was available at Muslim University Aligarh and one is there at Shahan-e-Awadh library. One of these is also accessible at Ghamgeen book reservoir in Gawalyar. The collected odes which were compiled by Dr. Nayyer Masuood in this book is the same manuscript that was secured by Syed Masuood Hasin Rizvi Adeeb in his book treasury. This paper analyzes different features of this collection.

میر تقی میر (۱۷۲۲ء ... ۱۸۱۰ء) اردو کے نامور شاعر ہیں۔انھوں نے اردو زبان میں چھے دواوین پر مشتمل سرمایہ یادگار چھوڑا ہے۔اردو کے علاوہ انھوں نے اپنے عہد کی بڑی تہذیبی اور سرکاری زبان فارسی میں بھی شاعری کی اور ایک دیوانِ فارسی ان کی یادگار ہے۔یہ دیوانِ فارسی عرصۂ دراز تک گوشۂ گمنامی میں پڑا رہا۔اس کے وجود سے بیشتر لوگ نا واقف تھے، کیونکہ یہ دیوان ایک عرصے تک غیر مطبوعہ رہا۔اس کے چند مخطوطات مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ایک نسخہ ادارۂ ادبیاتِ اردو حیدر آباد میں موجود ہے جب کہ ایک رضا لائبریری رام پور میں اور ایک نسخہ سید مسعود حسن رضوی ادیب کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ایک قلمی بیاض مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کتب خانے میں ہے۔[1] بقول ڈاکٹر ابو للیث صدیقی اس میں اشعار کے تعداد ۲۹۴۰ ہے اور یہ ناقص الآخر ہے۔[2] ایک ۱۲۰۴ھ کا نسخہ شاہانِ اودھ کے کتب خانے میں بھی ہے۔اس میں ۲۰۱ صفحات ، ہر صفحے پر ۱۰ شعر،

رباعیات و فردیات ۴۰ صفحات پر مشتمل تھیں۔یہ دیوان کہاں ہے، کچھ معلوم نہیں۔(۳) ایک نسخہ غمگین کے کتب خانے میں گوالیار میں مخزون ہے۔(۴)

مندرجہ بالا مخطوطات میں نسخۂ ادارۂ ادبیاتِ اردو حیدر آباد بہت قدیم ہے۔(۵) یہ میر کی حیات میں نقل کیا گیا تھا۔ترقیمہ کی عبارت یہ ہے:

> "تمام شد دیوانِ فارسی از میر تقی میر بدست لالہ دولت رام بتاریخ چہارم ذی قعد ۱۱۹۲ھ موافق ۲۰ جلوس والا بحسبِ فرمائش شیخ محمد شکر اللہ تحریر پذیرفت۔"(۶)

میر تقی میر کے دیوانِ فارسی کا جو نسخہ ذخیرۂ مسعود حسن رضوی ادیب میں موجود ہے اسے ڈاکٹر نیر مسعود نے مرتب کرکے ۱۹۸۳ء کے نقوش میر تقی میر نمبر میں طبع کرایا ہے۔تحقیق و تدوین کا کام جس قدر مشکل اور کٹھن ہے ، اس کا اندازہ تدوین کا رو محققین بخوبی لگا سکتے ہیں۔بہرحال ڈاکٹر نیر مسعود نے میر تقی میر کے دیوانِ فارسی کو ۱۹۸۱ء میں مرتب کیا۔وہ اس ضمن میں خود لکھتے ہیں:

> "کوئی ساٹھ برس پہلے والدمرحوم پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب کو میر کی غیر مطبوعہ تحریروں کا ایک مجموعہ ملا تھا، جس کا ذکر انھوں نے اس طرح کیا ہے "ایک زمانہ ہوا کہ اودھ شاہی کتب خانوں کی فہرست میں مَیں نے ذکرِ میر کا نام دیکھا۔حضرتِ میر کی خود نوشتہ سوانح عمری کی زیارت کے لئے دل بے چین ہو گیا۔مَیں ان دنوں قدیم اور کمیاب کتابوں کی تلاش میں لکھنؤ کی گلیوں کی خاک چھانتا پھرتا تھا۔میری آنکھیں ذکرِ میر کو ڈھونڈتی تھیں، لیکن اس کا پتا کہیں نہیں لگتا تھا۔طلب صادق کی کشش دیکھئے کہ ایک مدت کے بعد مجھے میر کی غیر مطبوعہ اور نہایت کمیاب تصنیفوں کا ایک مجموعہ ہاتھ آگیا۔(۷)
>
> اس مجموعے میں ذکرِ میر بھی تھی۔میر کا فارسی دیوان بھی تھا اور رسالہ فیضِ میر بھی تھا۔" (۸)

مسعود حسن رضوی ادیب نے "ذکرِ میر" اور "رسالہ فیضِ میر" کو مرتب کرکے شائع کیا، لیکن دیوانِ فارسی کی تدوین ایک مشکل کام تھا۔ ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور یہ کام نہ کیا جا سکا۔ بعدازاں ان کے صاحبزادے ڈاکٹر نیر مسعود نے اسے مدون کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ اس ضمن میں وہ اپنی پیش آمدہ مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "... میرے شفیق اور بزرگ ڈاکٹر صفدر آہ مرحوم اکثر مجھ سے اس کی تدوین کی فرمائش کیا کرتے تھے، لیکن تحقیق و ترتیب متن کے ہمت شکن مراحل کا تصور کرکے مَیں کتراتا رہا۔ آخر محمد طفیل صاحب کی اس فرمائش نے میرے کام کو ہلکا کر دیا کہ مَیں دیوانِ میر کے صرف مخطوطۂ ادیب کا مبیضہ تیار کرکے ان کے حوالے کر دوں۔ زیرِ نظر ایڈیشن اس فرمائش کی تعمیل ہے۔"(۹)

اسی نوعیت کے کام کا آغاز ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے بھی کیا تھا، لیکن جب انھیں معلوم ہوا کہ ڈاکٹر نیر مسعود اس موضوع پر کام کر رہے ہیں تو انھوں نے اپنا تمام تحقیقی کام ان کے سپرد کر دیا۔ ڈاکٹر نیر مسعود اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "ڈاکٹر نثارا حمد فاروقی نے بھی ایک زمانے میں میر کے فارسی دیوان کو مرتب کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اس غرض سے مخطوطۂ رام پور کی نقل تیار کرکے کچھ دور تک ادارۂ ادبیاتِ اردو کے مخطوطہ سے اس کا مقابلہ بھی کر لیا تھا۔ ان کو معلوم ہوا کہ مَیں میر کا فارسی دیوان مرتب کر رہا ہوں تو انھوں نے مخطوطۂ رام پور کی یہ نقل مجھے مرحمت فرما دی۔ مخطوطۂ ادیب میں بیچ بیچ سے ورق غائب ہیں اور اس مخطوطہ کے مطابق اصل مبیضہ بہت ناقص ہوتا ہے۔ نثار صاحب کی اس عنایت نے اسے تقریباً مکمل کر دیا ہے۔ اب یہ مخطوطہ ادیب، مخطوطہ رام پور اور جزئی طور پر مخطوطۂ ادبیاتِ اردو پر مبنی ہے اور اس کی ترتیب میں ڈاکٹر نثار احمد فاروقی کو بھی شریک سمجھنا چاہیے۔" (۱۰)

نسخۂ رام پور اور نسخۂ ادیب کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری اپنے مضمون ”میر کا دیوانِ فارسی، قلمی وغیرہ مطبوعہ ایک تعارف“ میں لکھتے ہیں:

”راقم الحروف کو میر کے دیوانِ فارسی کے دو نسخے نظر سے گزرے ہیں۔ دونوں نسخے اس وقت جناب ڈاکٹر نیر مسعود کے پاس موجود ہیں۔ ایک نسخے کے بارے میں انھوں نے کہا کہ یہ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی کا ہے جو انھوں نے رام پور سے نقل کر کے منگوایا تھا۔ اس کی ابتداء میں غالباً یادداشت کے طور پر فاروقی صاحب نے یہ عبارت بھی لکھی ہے: ”نسخہ ادبیاتِ اردو $۵\frac{1}{4}\times۹\frac{1}{4}$، ۸۸۔ اوراق، ۱۷ سطری بدست لالہ دولت رائے ۴ ذی قعدہ ۱۱۹۲ ہجری۔“[۱۱]

اس نسخہ کے متعلق ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری مزید اطلاع دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”دوسرا نسخہ (نسخۂ ادبیاتِ اردو) بہت ہی پرانا اور مستند ہے۔ اندازِ خط اور کشمیری کاغذ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ڈیڑھ سو برس پرانا ہے۔“ [۱۲]

ڈاکٹر نیر مسعود نے نسخۂ پور اور نسخۂ رضوی کو ملا کر ایک مستند متن تیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ جزئی طور پر نسخۂ ادبیاتِ اردو سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مخطوطۂ ادیب کا تعارف کراتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

”مخطوطۂ ادیب پندرہ اور سولہ سطری مسطر کے ایک سو ترانوے صفحات پر مشتمل ہے۔ ذخیرۂ ادیب میں ”فیض میر“ اور ”ذکرِ میر“ کے مخطوطوں اور دیوانِ فارسی کے کاغذ، تقطیع، مسطر اور خط کی یکسانی سے خیال ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی کاتب کے لکھے ہوئے کلیاتِ نظم و نثر فارسی میر کے اجزاء ہیں، جن کی الگ الگ جلد بندی کرائی گئی ہے۔ تینوں مخطوطوں میں سے کسی پر بھی کاتب کا نام یا تاریخِ کتابت درج نہیں ہے۔ دیوان کے ابتدائی ورق پر ”دیوانِ فارسی میر مرحوم و رسالہ حکایات در فارسی“ کا عنوان پڑا ہے۔ لیکن اس کا خط متن کے خط سے مختلف ہے اور یہ بظاہر بعد کی تحریر ہے۔ رسالۂ حکایات در فارسی سے رسالہ فیض میر مراد ہونا چاہئے، جس میں میر نے درویشوں کے

متعلق چشم دید حکایتیں لکھی ہیں اور یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ اس تحریر کے وقت دیوانِ فارسی اور فیضِ میر ایک ہی جلد میں تھے۔"[۱۳]

اس مخطوطہ کو مرتب کرتے ہوئے نیر مسعود اس کے املا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس ایڈیشن کی کتابت میں فارسی کے ایرانی املا کے بجائے برصغیر کے املا اور تلفظ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مثلاً یائے معروف و مجہول اور نونِ منقوطہ وغیر منقوطہ میں فرق کیا گیا ہے، پیشِ نظر یہ مقصد ہے کہ متن کا پڑھنا زیادہ سے زیادہ آسان ہو جائے۔ اس سلسلے میں کسی سخت ضابطے اور اصول کی پابندی نہیں کی گئی ہے اور بعض بے اصولیاں روا رکھی گئی ہیں۔[۱۴] ان بے اصولیوں کی تفصیل وہ اس طرح درج کرتے ہیں:

الف: "ممنون ام"، "کباب ام" بمعنی "مَیں ممنون ہوں"، "مَیں کباب ہوں"، "ام" کو الگ لکھا گیا ہے (بجائے ممنونم، کبابم)، لیکن اگر قافیے میں "خونم"، "یابم" (بہ معنی میراخون، مَیں پاؤں) قسم کے بھی الفاظ ہیں تو سب قافیوں میں "م" کو ملا کر لکھا گیا ہے۔ مثلاً

ہزار افسوس اگر او را نہ یابم
ز اندازِ نگہ در اضطرابم
(بجائے در اضطراب ام)

ب: می، نمی، ہمی کے سابقوں کا پرانا تلفظ یائے مجہول سے ہے۔ (مے کند، نمے آید، ہمے دہد وغیرہ) لیکن اب ان میں یائے معروف کے تلفظ سے ذہن اتنے مانوس ہو چکے ہیں کہ ان کو یائے مجہول سے لکھنا مناسب نہیں معلوم ہوا۔ البتہ جہاں یہ سابقے یائے مجہول والے قافیوں میں آئے ہیں وہاں ان کو بھی یائے مجہول سے لکھا گیا ہے۔ مثلاً

چشم از گریہ بر نمے دارم
کہ ہمیں دیدۂ نمے دارم
(بجائے نمی دارم)

ج: ہائے مختفی پر ختم ہونے والے لفظوں کے ساتھ یائے تنکیر اور واحد حاضر کی علامت فاعلی کو پہلے ہمزہ کے ذریعے ظاہر کیا جاتا تھا۔ مثلاً "دلِ دیوانۂ دارم"، "مقابل نشستۂ"۔ اس ایڈیشن میں موجودہ

روش کے مطابق ایسے موقعوں پر ہمزہ کے بجائے "اے" اور "ای" لکھا گیا ہے۔(دیوانہ اے، نشستہ ای) لیکن جہاں یہ لفظ ہائے مختفی کی ردیف والی غزلوں کے آخر میں آتے ہیں، وہاں ان کا پرانا املا برقرار رکھا گیا ہے۔ مثلاً

ع

رنجش من فہمیدہ کن دارم دلِ آزردۂ

(بجائے آزردہ اے)

ع

شاید قدم بہ راہِ محبت کشادۂ

(بجائے کشادہ ای)

یہ اس لئے ضروری تھا کہ بہ صورتِ دیگر ان غزلوں کو ردیف 'ہ' سے ہٹا کر ردیف 'ی'، 'ے' میں لے جانا پڑتا اور اس طرح دیوان میں غزلوں کی ترتیب بدل جاتی۔

د: مرکب لفظوں کو زیادہ تر الگ لکھا گیا ہے۔ مثلاً مے خانہ، صبح گاہ وغیرہ۔ مگر جا بجا کسی معقول جواز کے بغیر اس اصول کی خلاف ورزی بھی ہوئی ہے۔

ھ: علاماتِ اوقاف لگانے سے گریز کیا گیا ہے۔اس لئے کہ اوقاف سے شعر کے لہجے کا تعین ہو جاتا ہے۔ در حالے کہ بعض صورتوں میں ایک شعر مختلف لہجوں میں پڑھا جا سکتا ہے جس کی وجہ سے اس کے مختلف معنی نکل سکتے ہیں۔ مثلاً "دل مگر مُردی ز جورِ آسماں دادے بکُن" کو دو صورتوں سے لکھا جاسکتا تھا۔

پہلی صورت:

دل! مگر مُردی؟ ز جورِ آسماں دادے بکُن

دوسری صورت:

دل! مگر مُردی ز جورِ آسماں؟ دادے بکُن

اوقاف ان میں سے کسی ایک صورت کو قبول اور دوسری کو مسترد کرتے، لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ خود اوقاف ہی کو مسترد کر دیا جائے۔[۱۵]

اس تعارفی مضمون کے آخر میں ڈاکٹر نیر مسعود لکھتے ہیں:

"ذکرِ میر" میں میر نے اپنے جو شعر درج کئے ہیں ان میں بیشتر کے پہلے "لمصفنہ" لکھا ہے اور وہ دیوان میں موجود ہیں۔لیکن مندرجہ ذیل دو شعر دیوان میں نہیں ہیں۔نہ ان کا ہم زمین کوئی شعر موجود ہے۔

۱۔

فلک زین گونہ خوں بسیار کردہ ست
عزیزاں را بسے آزار کردہ ست

۲۔

از ہر کہ سخن کردم گفتند کہ این جا نیست
از ہر کہ نشان جستم گفتند کہ پیدا نیست[۱۶]

میر تقی میر کا یہ دیوان فارسی جسے ڈاکٹر نیر مسعود نے مسعود حسن رضوی ادیب کے ذخیرۂ کتب میں سے لے کر مرتب کیا ہے، اس پر کاتب کا نام یا تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔اس بات کا حوالہ اوپر ان الفاظ میں درج کیا جاچکا ہے کہ "ذخیرۂ ادیب میں "فیض میر" اور "ذکر میر" کے مخطوطوں اور دیوانِ فارسی کے کاغذ، تقطیع، مسطر اور خط کی یکسانی سے خیال ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی کاتب کے لکھے ہوئے کلیاتِ نظم و نثر فارسی میر کے اجزاء ہیں، جن کی الگ الگ جلد بندی کرائی گئی ہے۔تینوں مخطوطوں میں سے کسی پر بھی کاتب کا نام یا تاریخِ کتابت درج نہیں ہے۔"[۱۷] جب کہ نسخۂ رام پور بھی جو وقتِ ترتیب مرتب کے پیشِ نظر رہا، اس میں بھی تاریخِ کتابت کہیں درج نہیں ہے۔[۱۸] تاریخ کتابت صرف ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد کے نسخے میں موجود ہے۔یہ میر کی حیات میں نقل کیا گیا تھا۔ترقیمہ کی عبارت یہ ہے:

"تمام شد دیوانِ فارسی ازمیر تقی میر بدست لالہ دولت رام بتاریخ چہارم ذی قعدہ ۱۱۹۲ھ موافق ۲۰ جلوس والا بحسب فرمائش شیخ شکر اللہ تحریر پذیرفت۔"[۱۹]

نسخۂ رام پور کے بارے میں ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری لکھتے ہیں:

"نسخۂ رام پور کئی نسخوں سے مرتب کیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔" (۲۰)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر نسخۂ رام پور بعد میں کتابت کیا گیا تو پھر اس نسخے پرڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے یادداشت کے طور پر تحریر کیوں لکھی ہے جس کی اطلاع ہمیں ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری کے مضمون میں ان الفاظ میں ملتی ہے:

"راقم الحروف کو میر کے دیوانِ فارسی کے دو نسخے نظر سے گزرے ہیں۔ دونوں نسخے اس وقت جناب ڈاکٹر نیر مسعود کے پاس موجود ہیں۔ ایک نسخے کے بارے میں انھوں نے کہا کہ یہ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی کا ہے جو انھوں نے رام پور سے نقل کر کے منگوایا تھا۔ اس کی ابتداء میں غالباً یادداشت کے طور پر فاروقی صاحب نے یہ عبارت بھی لکھی ہے: "نسخۂ ادبیات اردو ۵¼×۹¼، ۸۸۔ اوراق، ۱۷ سطری بدست لالہ دولت رائے ۴ ذی قعدہ ۱۱۹۲ ہجری۔"" (۲۱)

اگر یہ نسخہ، نسخۂ رام پور سے مختلف ہے اور قرائن بتاتے ہیں کہ مختلف ہے، کیونکہ نسخۂ رام پور بعد میں کئی نسخوں سے مرتب ہوا، تو پھر کیا مخطوطۂ ادیب، نسخۂ ادارۂ ادبیاتِ اردو کی نقل ہے، جب کہ اس کے بارے میں لکھا جا چکا ہے کہ اس پر تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔

اس سوال کا قدرے نا مکمل جواب ہمیں ڈاکٹر نیر مسعود کے مضمون میں ان الفاظ میں ملتا ہے:

"ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے بھی ایک زمانے میں میر کے فارسی دیوان کو مرتب کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اس غرض سے مخطوطۂ رام پور کی نقل تیار کر کے کچھ دور تک ادارۂ ادبیاتِ اردو کے مخطوطے سے اس کا مقابلہ بھی کر لیا تھا۔" (۲۲)

یہ جواب اس لئے نا مکمل ہے کہ اس میں واضح نہیں کیا گیا کہ نسخۂ رام پور کے علاوہ نسخۂ ادارۂ ادبیاتِ اردو انھیں کیسے ملا اور کیا انھوں نے دونوں میں کچھ اختلاف پایا یا نہیں۔ اور یہ مقابلہ کتنی دور تک کر لیا گیا تھا۔ کیا اس تقابل کی نقل بھی انھوں نے ڈاکٹر نیر مسعود کو فراہم کی یا نہیں۔ اگر فراہم نہیں کی گئی تو ڈاکٹر نثار احمد فاروقی کا یہ تقابل (جس قدر بھی تھا) اب تک منظر عام پر کیوں نہیں

آیا۔اور اگر فراہم کی گئی تھی تو ڈاکٹر نیر مسعود نے اس استفادہ کا اعتراف کیوں نہیں کیا۔جب کہ اس استفادہ کی طرف جزوی اشارہ ان الفاظ میں مخفی ملتا ہے کہ:

> "اب یہ دیوان مخطوطۂ ادیب، مخطوطۂ رام پور اور جزئی طور پر مخطوطۂ ادبیاتِ اردو (ن ۲) پر مبنی ہے اور اس کی ترتیب میں ڈاکٹر نثار احمد فاروقی کو بھی شریک سمجھنا چاہئے۔"(۲۳)

یہ اعتراف قدرے نا مکمل محسوس ہوتا ہے۔بہرحال حسابِ دوستاں درِ دل ... تذکرہ اس بات کا ہو رہا تھا کہ میر تقی میر نے ذکر میر میں اپنے جتنے اشعار درج کئے ہیں، وہ سب دیوان میں موجود ہیں، سوائے دو اشعار کے۔اس ضمن میں ڈاکٹر اکبر الدین صدیقی اپنے مضمون "میر کا کلیاتِ فارسی" میں لکھتے ہیں:

> "میر نے اس فارسی دیوان کی تدوین کے بعد بھی شعر کہے ، جو اس میں شامل نہ ہوئے۔اس کا پتا اس سے چلتا ہے کہ "ذکر میر" میں بعض مقامات پر انھوں نے میر رضی دانش، حکیم شرف الدین شفائی اور سایر مشہدی کے علاوہ اپنے اشعار بھی استعمال کئے ہیں۔ان میں چند ایسے شعر بھی ہیں جواس قلمی دیوان میں نہیں ہیں۔ہو سکتا ہے کہ میر نے انھیں ذکر میر کی تدوین کے وقت ۱۱۹۷ھ یا اس سے پہلے کیا ہو۔لیکن ۱۱۹۲ھ کے بعد۔یہ سنِ کتابت ہے۔دیوان اس سے پہلے کسی سال مرتب ہوچکا ہو گا یا اسی سال بھی مرتب ہوسکتا ہے۔" (۲۴)

بہرحال یہ طے شدہ بات ہے کہ میر نے دیوان کے مرتب ہونے کے بعد بھی فارسی زبان میں متعدد شعر کہے ہوں گے جن کا سراغ لگانا تحقیق کاروں کا کام ہے۔

ڈاکٹر نیر مسعود نے نسخۂ رام پور، نسخہ ادیب اور نسخۂ ادبیاتِ اردو حیدر آباد، تینوں کو ملا کر دیوانِ میر تقی میر کا مبیضہ تیار کیا ہے جس کی فرمائش ان سے محمد طفیل مدیر "نقوش" نے کی تھی۔حسب فرمائش انھوں نے مبیضہ تیار کرکے محمد طفیل کو بھیجا جس کے آغاز میں ابتدائیہ کے عنوان سے اس مسودہ کا تعارف اور تفصیل درج ہے۔یہ مبیضہ نقوش میر تقی میر نمبر ۳ شمارہ ۱۳۱، اگست ۱۹۸۳ء کی

زینت بنا۔اس سے قبل رسالہ نقوش کے دو میر تقی میر نمبر شائع ہو چکے تھے جو بالترتیب اس طرح سے شائع ہوئے۔پہلا میر تقی میر نمبر ا ... میں اور دوسرا شمارہ نمبر ۱۲۶ نومبر ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئے۔یہ تیسرا شمارہ ۱۹۸۳ء میں منظر عام پر آیا۔اس رسالے کے پہلے صفحے پر مندرجہ ذیل عبارت درج ہے:

میر نمبر ۳

میر صاحب کے فارسی اور اردو مخطوطات سے متعلق ایک دستاویز

(۵۲۲ غیر مطبوعہ غزلیں)

میر تقی میر کا دیوانِ فارسی عرصے تک گوشۂ گمنامی میں رہنے کے بعد ۱۹۸۳ء میں منظر عام پر آیا۔اس کی قدر کا تعین کرتے ہوئے مظفر علی سید لکھتے ہیں:"میر کا دیوانِ فارسی بیسویں صدی کی سب سے بڑی ادبی دریافت نہ ہو تو ایک اہم دریافت ضرور ہے۔" (۲۵)

یہ دیوان ڈاکٹر نیر مسعود نے مرتب کیا ہے۔یہ رسالہ نقوش کے صفحہ ۳۷ سے ۲۷۳ پر مشتمل ہے۔آغاز میں "ابتدائیہ" کے زیر عنوان دیوان کا تعارف اور تفصیل درج ہے جو صفحہ ۴۲ پر انجام پذیر ہوتی ہے۔اس مضمون کے آخر میں ڈاکٹر نیر مسعود کے دستخط ہیں اور لکھنؤ ۲۔اپریل ۱۹۸۱ء کی تاریخ و مقام درج ہے۔اس کے بعد صفحہ ۴۳ سے صفحہ ۵۸ تک فہرست بمطابق مصرع اول درج ہے۔فہرست کے مطابق یہ دیوان ۵۲۲ غزلیات، ۱۰۴ رباعیات، ایک مثنوی ۱۱۶ اشعار، ایک مسدس ترجیع بند در منقبت ۱۲ بند پر مشتمل ہے۔ردیف وار غزلیات کی تعداد درجِ ذیل ہے:

ردیف الف	۵۱	ردیف ض	ا
ردیف ب	۶	ردیف ط	۲
ردیف ت	۸۵	ردیف ظ	ا
ردیف ث	ا	ردیف ع	۲
ردیف ج	ا	ردیف غ	۲
ردیف چ	ا	ردیف ف	ا
ردیف ح	ا	ردیف ق	۲
ردیف خ	۲	ردیف ک	۴

ردیف د	۱۳۲	ردیف ل	۹
ردیف ر	۱۸	ردیف م	٦۵
ردیف ز	۸	ردیف ن	۲۸
ردیف س	۴	ردیف و	۱۵
ردیف ش	١٦	ردیف ہ	۱۹
ردیف ص	۱	ردیف ی	۴۵

اس طرح غزلیات کی کل تعداد ۵۲۲ بنتی ہے۔

صفحہ ۵۹ سے دیوان شروع ہوتا ہے، پہلے ردیف الف درج ہے جب کہ پہلا شعر ہے؎

اے ز انعام تو واشد غنچۂ امکانِ ما
آب در جو دارد از لطفِ تو باغ جانِ ما

صفحہ ۲۰۴ پرغزلیات کا آخری شعر جو درج ہے، اس طرح سے ہے:؎

میر اے شیخ قدم بر قدمت رہ نہ رَود
از سرِ کوچہ ترا دست بہ سر خواہد کرد

اس آخری غزل میں دو شعر شامل ہیں، جن پر ''اشعارِ منسوخ'' درج ہے۔اس سے اوپر گیارہ اشعار پر مشتمل ردیف الف کی غزل ہے جس پر ''غزل منسوخ'' درج ہے۔غزلیات کے اشعار کی کل تعداد ۲۳۹۵ (دو ہزار تین سو پچانوے) ہے۔اس کے بعد صفحہ ۲۰۵ سے رباعیات شروع ہوتی ہیں۔ ابتدائی پانچ صفحات صفحہ ۲۰۵ تا ۲۰۹ پرسات سات رباعیات درج ہیں جب کہ صفحہ ۲۱۰ سے ہر صفحے پر آٹھ رباعیات ملتی ہیں۔صفحہ ۲۱۴ تک یہی سلسلہ ہے۔صفحہ ۲۱۵ پر پھر سات رباعیات ہیں۔صفحہ ۲۱٦، ۲۱۷ پر آٹھ آٹھ جب کہ صفحہ ۲۱۸ پر چھے رباعیات ہیں۔ان میں سے تین رباعیات پر رباعی متزاد لکھا ہے۔

صفحہ ۲۱۹ تا ۲۲۳ پر مثنوی ہے، جس کا پہلا شعر ہے؎

اے صبا گر سوے دلی بگذری
ہم چو صرصر آہ مگذر سرسری

یہ مثنوی ۱۱۶ اشعار پر مشتمل ہے۔اس مثنوی میں دلی سے جدائی کا نوحہ ہے جو بڑے دلگداز انداز میں بیان ہوا ہے۔

صفحہ ۲۲۴ تا ۲۲۷ پر مسدس ترجیع بند در منقبت ہے جو ۱۲ بند پر مشتمل ہے۔اس طرح اس دیوان کے کل اشعار کی تعداد ۲۷۵۵ (دو ہزار سات سو پچپن) بنتی ہے۔

صفحہ ۲۳۰ تا ۲۳۸ پر مسعود حسن رضوی ادیب کے منتخب کردہ ہم مضمون فارسی اور اردو اشعار موجود ہیں۔جن میں سے فارسی اشعار کی تعداد ۶۰ جب کہ اردو اشعار کی تعداد ۶۷ ہے۔صفحہ ۲۳۹ سے ۲۵۳ تک اشاریۂ اشعار مرتبہ نیر مسعود ہے۔جس کے ضمن میں خود نیر مسعود لکھتے ہیں:

> ''شعروں کا یہ اشاریہ دیوانِ غالب نسخۂ عرشی کی فہرست اشعار کے اصولوں پر بنایا گیا ہے۔یعنی اشعار کی ردیفوں کو الفبائی ترتیب سے درج کیا گیا ہے۔یہ ترتیب معکوس ہے اور اس میں لفظوں کے ابتدائی حروف کے بجائے آخری حروف کا لحاظ رکھا گیا ہے۔''[۲۶]

آخر میں صفحہ ۲۵۴ تا ۲۷۳ فرہنگ درج ہے، جس میں میر کے فارسی دیوان کا لغات ترتیب دیا گیا ہے اور کثیر المفہوم الفاظ کے وہ معنی درج کئے گئے ہیں جن کا تعلق میر کے کلام سے ہے۔اشاریہ اور فرہنگ دونوں بہت محنت سے تیار کئے گئے ہیں۔صفحہ ۲۷۴ پر محمد طفیل صاحب نقوش نے ڈاکٹر نیر مسعود کو ہدیۂ تشکر ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

> ''خدا بھلا کرے ڈاکٹر نیر مسعود رضوی کا کہ جنھوں نے مجھے میر صاحب کا فارسی کلام عنایت فرمایا۔وہ کلام کہ جو غیر مطبوعہ تھا اور تقریباً پونے تین صدیوں سے کسی عشق پیشہ کا منتظر تھا۔فارسی مخطوطہ کو پڑھنا، پھر اسے مرتب کرنا، یہ نیر صاحب کا ہی حصہ تھا جو کہ انھوں نے بڑے سلیقے سے ادا کیا۔ ادب کے قارئین ڈاکٹر صاحب کا احسان یاد رکھیں گے۔''[۲۷]

ڈاکٹر نیر مسعود کا یہ کام یقینا قابل تحسین ولائق داد ہے کہ ان کی محنت شاقہ سے میر جیسے امام الشعراء کا فارسی کلام ان کے قاری تک پہنچا۔اگرچہ موجودہ عہد میں یہاں فارسی شناس طبقے میں

تیزی سے کمی واقع ہوتی جا رہی ہے۔ پھر بھی فارسی جاننے اور پسند کرنے والوں کا ایک حلقہ ابھی موجود ہے جن کے لئے ڈاکٹر نیر مسعود کی یہ کاوش ہدیہ سے کم نہیں۔

حوالہ جات

۱۔ میر کا دیوان فارسی، قلمی و غیر مطبوعہ ... ایک تعارف از ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری، مشمولہ نقوش میر تقی میر نمبر ۳، شمارہ اگست ۱۹۸۳ء، ص ۲۳

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

۴۔ تاریخ ادب اردو، جلد دوم از جمیل جالبی، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع سوم ۱۹۹۴ء، ص ۵۵۰

۵۔ نقوش میر تقی میر نمبر ۳، اگست ۱۹۸۳ء، ص ۲۳

۶۔ ایضاً

۷۔ مسعود حسن رضوی ادیب نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ انھیں یہ کتابیں کہاں سے ملیں، کس ذریعے سے ملیں، کسی کتب خانے سے ملیں یا ان کے ملنے کی دوسری کوئی صورت تھی۔ بہرحال یہ بات ابھی متحقق ہونا باقی ہے کہ انھیں یہ تحریریں کیسے ہاتھ لگیں۔

۸۔ نقوش میر تقی میر نمبر ۳، ص ۳۷

۹۔ ایضاً، ص ۳۹

۱۰۔ ایضاً، ص ۳۹-۴۰

۱۱۔ ایضاً، ص ۳۹-۴۰

۱۲۔ ایضاً، ص ۲۳

۱۳۔ ایضاً، ص ۴۰

۱۴۔ ایضاً، ص ۴۰

۱۵۔ ایضاً، ص ۴۰-۴۱

۱۶۔ ایضاً، ص ۴۱

۱۷۔ ایضاً، ص ۴۰

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۳

۱۹۔ ایضاً، ص ۲۳

۲۰۔ ایضاً، ص ۲۳

۲۱۔ ایضاً، ص ۳۹

۲۲۔ ایضاً، ص ۳۹-۴۰

۲۳۔ ایضاً، ص ۳۹-۴۰

۲۴۔ ایضاً، ص ۲۸۰

۲۵۔ ایضاً، ص ۲۴۰

۲۶۔ ایضاً، ص ۲۳۹

۲۷۔ ایضاً، ص ۲۷۴